JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 17, Issue: 01, Jul – Dec 2023

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

تفسیر القرآن الکریم از حافظ عبدالسلام بن محمد میں دعوتی مباحث کی عصری معنویت

The Contemporary Meaning of Dawah Discussions in Tafsir Al-Qur'an Al-Kareem by Hafiz Abdul Salam Bin Muhammad

Mian Rameez Jawad
Ph.D. Scholar Dept. of Quran & Tafseer, AIOU Islamabad
Dr, Sana Ullah Hussain
Chairman Dept. of Quran and Tafseer, AIOU Islamabad

ABSTRACT

Holy Quran is word of God and is a guideline for each and every person, in his or her every aspect of life, personal or social matters, in full capacity and for up to the last man to come before the day of Judgement. No one can get success in this world nor in the hereafter until or unless he fully follows and obey the commandments of Allah SWT being provided in Holy Quran.

In this article different aspects of Dawat are being discussed mentioned in The Holy Quran, in the light of "Tafseer Al Quran Al Kareem by Hafiz Abdul Salam Bin Muhammad Bhutvi". Importance of Dawa'a, its obligations, the characteristics of a Dae'e, impacts of Dawat on an individual and the society as a whole are taken into discussion. Also, the need for Dawat in today's world is being discussed. The related elements which need to be given importance and to fully meet their necessity so as to make Dawa'a result oriented are also discussed in this article. Also, the intolerance found in the younger generation of this age, due to lack of religious education, social / political impacts etc. is taken into account and how much harm full this is for Dawat and its related elements

Keywords: *Dawa'a, Bhutvi, Abdul Salam bin Muhammad, Tafseer al Quran Al Kareem*

CC BY

تمہید

قرآن کریم اللہ ربّ العزت کا کلام اور قیامت تک آنے والے ہر شخص کے لئے ہدایت و رہنمائی اور دنیوی و اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔ اس سے تعلق جوڑنے والے اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے والے ہی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں و گرنہ اس سے تعلق جوڑے بغیر، اس سے ہدایت لئے بغیر کامیابی کا تصور ہی ناممکن ہے۔ مقالہ ہذا میں تفسیر القرآن الکریم کی روشنی میں درج ذیل دعوتی مباحث اور ان کے ثمرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

i. دعوت بالحکمہ، فوائد و ثمرات

ii. دعوت و تبلیغ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت و اہمیت

iii. دعوت و تبلیغ میں صبر و تحمل کیوں ضروری ہے؟

iv. دعوت میں زمان و مکان کی کی رعائت اور بصیرت کی اہمیت

v. قول حسن اور عصر حاضر میں اس کی معنویت

vi. تذکیر و یاد دہانی دعوت کے لئے کیوں ضروری ہے؟

vii. دعوت و تبلیغ کے دنیوی و اخروی فوائد اور مبلغ کا مطمع نظر

تفسیر القرآن الکریم، شیخ الحدیث حافظ عبد السلام بن محمد بھٹوی [1]

قرآن حکیم کے فہم سے متعلق ہر دور میں کام ہوتا رہا ہے اور ہر دور کے علماء و مفسرین، اپنے دور کے لوگوں کو قرآن کی ہدایت سے بہرہ مند کرنے کے لئے اس کے ابلاغ کو مختلف انداز سے آگے پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور یہ اللہ ربّ العزت کی خاص رحمت ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے چنیدہ بندوں کو اس کام کے کرنے کی توفیق دیتے رہتے ہیں۔ ترجمہ و تفسیر اسی کی ایک اہم شاخ ہے کہ جس میں قرآن حکیم کے مختلف زبانوں میں تراجم، اس کی تفسیر، اس کا ابلاغ یہ سب شامل ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی ترجمہ و تفسیر کی روایت گیارہوں صدی ہجری میں ہی ڈال دی گئی تھی اور یہ سلسلہ اب تک جاری و ساری ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کاوش حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی صاحب کا ترجمہ قرآن اور تفسیر القرآن الکریم بھی ہے۔ یہ اردو زبان میں ایک عام فہم اور مختصر تفسیر القرآن ہے کہ جس میں مؤلف نے قرآن مجید کے دل نشیں اسلوب اور بیان کا خیال رکھتے ہوئے، لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے کے بعد اس کو اردو محاورہ کے مطابق بنا کر پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ایسا کرتے ہوئے عربی الفاظ کے قریب تر اردو الفاظ کو منتخب کیا گیا ہے۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ عربی زبان کے قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے حسن بیان اور عبارت کی روانی کو بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ اس میں قدیم وجدید تراجم و تفاسیر کا عکس بھی نظر آتا ہے۔ اور علماء اور علمی حلقوں میں بالخصوص اور عوام میں بالعموم اس کی قبولیت اور پذیرائی نظر آتی ہے۔

دعوت و تبلیغ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغوی مفہوم

دعوت کا مادہ (دع و) ہے۔(دعا، دعویٰ، دعوۃ) اس کے ہم معنیٰ الفاظ ہیں۔اس کا لغوی معنیٰ بلانا، پکارنا کے ہیں [2]۔

اسی طرح "لسان العرب" میں ہے۔

"دعوت عربی زبان کا لفظ ہے جو دَعَوَ سے مشتق ہے۔اس کے لغوی معنی پکارنا اور بلانا کے ہیں" [3]۔

قرآن کریم میں دعوت کا لفظ لغوی اعتبار سے 7 معانی میں استعمال ہوا ہے۔

1۔العبادة 2۔ القول 3۔ الاستغاثة 4۔ العذاب

5۔ السؤال 6۔ الاستفهام 7۔ النداء

اصطلاحی مفہوم

اللہ کی طرف، دین کی طرف لوگوں کو بُلانا، آمادہ کرنا۔ دعوت ایسا عظیم عمل ہے کہ جس کی نسبت اللہ ربّ العزت نے خود اپنی طرف کی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

«وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ» [4]

"اور اپنے رب کی طرف بلا"

یعنی دعوت کا فریضہ اور اس کا مقصد لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا، اللہ کا تعارف کروانا، صرف اس ہی کی عبادت اور اس ہی سے استعانت کی طرف لانا ہے۔ یہ تمام وہ افعال ہیں کہ جن کا تعلق صرف اور صرف اللہ ربّ العزت کے ذات کے ساتھ ہے، یوں یہ عمل بہت زیادہ عظیم عمل قرار پاجاتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ ربّ العزت نے نصیحت کے حصول کے لئے احکام کو کھول کر بیان فرمادیا ہے جیسا کہ اس آیت میں ارشاد فرمایا۔

«وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا» [5]

"اور بلا شبہ یقینا ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور وہ انھیں نفرت کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔"

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں دعوت الی اللہ ، دعوت توحید، اس کی مختلف جہات، اس راستے کی مشکلات، انبیاء کی دعوت، خفیہ و اعلانیہ دعوت، نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے جیسے تمام موضوعات دراصل اسی دعوت کے عمل کو واضح کر کے بیان کرنے کے لئے اللہ ربّ العزت نے بیان فرمائے ہیں۔ان امور میں سے چند اہم امور اور ان سے متعلقہ قرآنی آیات و احکام کو تفسیر القرآن الکریم کی روشنی میں ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

تبلیغ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

تبلیغ کا مادہ البلاغ ہے جو بَلَغَ سے مشتق ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:
بلاغ کا معنی: مقصد اور غرض و غایت کی آخری حد تک پہنچا دینا ہے۔[6]
جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

«وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ» [7]

"اور ہم پر صاف پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں۔"

اسی طرح پیام پہنچانا، ابلاغ، تشہیر، مذہب کی تلقین کرنا، شریعت کے احکام پہنچانا کے معانی بھی آتے ہیں۔
ابلاغ اور تبلیغ سے مراد صرف کسی بات کو پہنچا دینا یا اس کو منتقل کر دینا ہی نہیں ہے بلکہ اس میں اپنے مقصد کے حصول کی خاطر آخری حد اور انجام تک پہنچا دینا بھی مطلوب و مقصود ہے۔ جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا۔

«اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ » [8]

"میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے ایک امانت دار، خیر خواہ ہوں۔"

یعنی اللہ کا پیغام پہنچانے جس قدر ضروری ہے اسی قدر اس پیغام کی خاطر دوسروں کے لئے نصیحت اور خیر خواہی کے جذبات رکھنا اور دوسروں کو اس خیر میں شامل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا یہ دراصل ایک داعی کا سب سے بڑا مقصد ہونا چاہئے۔
دعوت و تبلیغ سے متعلق کچھ بنیادی نوعیت کے امور کہ جن پر توجہ کئے بغیر ان عظیم مقاصد کا حصول ممکن ہی نہیں ہے کہ جن کے لئے اتنا بڑا اور عظیم فریضہ امت محمدیہ ﷺ کے لئے رکھا گیا ہے، درج ذیل ہیں۔

1۔ دعوت بالحکمہ، فوائد و ثمرات

دعوت چونکہ ایک نہایت عظیم عمل ہے یہی وجہ ہے کہ اس عمل کی انجام دہی کرتے ہوئے اللہ ربّ العزت کی طرف سے بتائے گئے امور کے مطابق کام کر کے ہی اس عمل میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس ذیل میں سب سے اہم بات دعوت بالحکمہ ہے، جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا۔

«اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ » [9]

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔"

یہاں چونکہ "اُدْعُ" کا مفعول مذکور نہیں ہے کہ خاص کس کو دعوت دی جائے اس لیے اس سے مراد عام دعوت ہوگی، یعنی مسلم ہو یا غیر مسلم سب کو دعوت دی جائے گی۔ دوسری صورت میں اسے فعل لازم کے قائم مقام قرار دیا جائے گا اور اس وقت مراد ہمیشہ دعوت دیتے رہنے کی ہوگی۔ ربّ کے راستے سے مراد اسلام اور اس کی تعلیمات و تفصیلات ہیں۔ اللہ کے راستے کی طرف دعوت، دو چیزوں سے خالی نہیں ہوسکتی، ایک حکمت یعنی ایسی پختہ اور محکم دلیل جو عین حقیقت کے

مطابق ہو۔ جس میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ ہو۔ مخاطب کے نزدیک بھی یہ دلیل مسلّم ہو، خواہ وہ اپنے ذاتی عناد کی وجہ سے اسے بیشک نہ قبول کرے۔ اسے برہان بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا۔

«قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ» [10]

"کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔"

اسی لیے حکمت کو دلیل برہانی بھی کہتے ہیں۔

"وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"، اچھی نصیحت سے مراد وہ بات ہے جو مخاطب کے دل کو نیکی کے لئے نرم کرے۔ بدی کے خلاف اس کے نفس کو ابھارے پھر یہ ترغیب کے ذریعے ہو یا ترہیب کے ذریعے ہو۔ جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا۔

«فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا» [11]

"سو تو ان سے دھیان ہٹالے اور انھیں نصیحت کر اور ان سے ایسی بات کہہ جو ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی ہو۔"

اس کو دلیل خطابی کہا جاتا ہے۔

"وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ "میں دورانِ دعوت اگر حکمت اور موعظہ حسنہ اختیار کرنے کے باوجود اگر مخاطب بحث اور مجادلہ پر اتر آئیں تو پھر ان سے مجادلہ کیا جائے گا مگر یہ ہر حال میں احسن ہی ہونا چاہیے۔ احسن سے مراد یہ ہوگی کہ ان مخاطبین کے طریقے سے بہتر، ایسا مجادلہ کہ جس میں گالم گلوچ، ذاتی حملے وغیرہ نہ ہوں۔ ایسی بات اور دلیل ہو کہ جس سے وہ مخاطبین لاجواب ہو جائیں۔

ہم دیکھتے ہیں اور یہ بات حقیقت بھی ہے کہ آج کے دور میں بھی یہ احکام اسی طرح موثر اور مطلوب ہیں جس قدر کہ ابتدائے اسلام میں تھے۔ بلکہ آج ان احکام کی ضرورت موجودہ "نام نہاد ترقی یافتہ دنیا" میں پہلے سے کہیں زیادہ محسوس ہوتی ہے کہ "نام نہاد پڑھے لکھوں" کو سمجھانا "امیوں" کو سمجھانے سے زیادہ مشکل کام ہے۔ دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں کے لئے یہ احکام نہایت اہمیت کے حامل ہیں کہ صرف انہی کو اپنا کر کما حقہ دعوت کا فریضہ سرانجام دیا جاسکتا ہے اور اچھے نتائج کا حصول ممکن ہے۔

2۔ دعوت و تبلیغ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت و اہمیت

دعوت کے میدان میں سب سے اہم اور کرنے والا کام نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ یہ وہ فریضہ ہے کہ جس کی ادائیگی نہ صرف یہ کہ معاشرے کو پاک و صاف رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے بلکہ یہی وہ عمل ہے کہ جس کو بجالا کر ہی انفرادی و اجتماعی ہر دو قسم کی کامیابی و فلاح کو حصول ممکن ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا۔

«وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ» [12]

"اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں مؤلف اختلاف وضلالت سے بچنے کی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا اور ایک جماعت کا نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا نہایت ضروری ہے۔ جب تک یہ جماعت قائم رہے گی اور اپنی ذمہ داری سرانجام دیتی رہے گی تب تک لوگ ہدایت پر رہیں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم پڑتا ہے کہ دین کا تقید کروانے کے لئے ایک جماعت کا قائم ہونا اور رہنا ضروری ہے۔[13]

دعوت کے اسی پہلو کو مزید اللہ رب العزت اس انداز سے بیان فرماتے ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ[14]

"تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"

اس سے مراد یہ ہے کہ اس پہلو سے یہ امت ہر امت سے بہتر ہے۔ ان دو صفات میں، امر بالمعروف اور ایمان جس میں توحید کا تقید شامل ہے جس قدر دین اسلام میں ہے اس قدر کسی اور دین میں نہیں ہے۔ (موضح) ان دو صفتوں سے پہلے ایک اور صفت بھی ذکر فرمائی ہے اور وہ ہے "اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" یعنی یہ امت پیدا ہی لوگوں کی خیر خواہی اور اصلاح کے لیے کی گئی ہے۔

اسی طرح مؤلف کچھ لوگوں کے اس خیال کہ نیکی کا حکم دینے سے خود بخود برائی کو چھوڑ دیا جائے گا کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو برائی سے منع کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ یعنی نیکی کا حکم بھی ہر حال میں دیا جانا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی برائی سے روکنا بھی اسی قدر اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دونوں کام سرانجام دے کر ہی اس فریضہ سے عہدہ براء ہوا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بہترین امت ہونے کے وصف کو مؤلف چند شرطوں کے ساتھ بیان کیا ہے جن میں لوگوں کی خیر خواہی، اصلاح، امر بالمعروف ونہی عن المنکر (جہاد) اور ایمان باللہ (توحید خالص) کو شامل کیا ہے۔ جب یہ چیزیں اس امت میں باقی نہیں رہیں گی تو یہ بہترین امت ہونے کے وصف سے محروم ہو جائے گی۔[15]

امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے متعلق ایک اور رہنمائی اللہ ربّ العزت نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے۔

«خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ »[16]

"درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔"

یعنی یہ جو توحید کی دعوت ہے اس کے جواب اور نتیجہ میں آپ ﷺ کو جاہل مشرکین کی طرف سے بہت سی تکلیف برداشت کرنا پڑیں گی۔ ان تمام مشاکل ومصائب کے مقابلے میں آپ ﷺ درگزر سے کام لیں۔ مزید یہاں آپ ﷺ کو حسن اخلاق کی بھی تعلیم دی گئی ہے آپ ﷺ کے واسطے سے اس کا ہر وہ شخص بھی مخاطب ہے جو دعوتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ "وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ" یعنی معروف وہ بات ہے کہ جس کا اچھا ہونا فطرت انسانی پہچانتی ہے۔ ساتھ ہی

شریعت اس کی تائید کرتی ہے۔ وَاَعْرِضْ یعنی در گزر کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ آپ انہیں نیکی کا حکم دینا چھوڑ دیں، بلکہ اس در گزر کا تعلق حسن اخلاق سے ہے۔ دعوت کے وقت ان دو چیزوں کا ہمیشہ خیال رکھنا ضروری ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ امت کے زوال اور موجودہ دگرگوں حالت تک پہنچنے میں جہاں دیگر بہت سے امور کو دخل ہے وہیں ایک بہت بڑی وجہ اس فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے ایک تو علم دین کے حصول کی طرف توجہ کا نہ ہونا اور اس ضمن میں اپنی صلاحیتوں کو صرف نہ کرنا ہے۔ دوسری وجہ دنیا کی چکا چوند اور رنگینیوں میں مجموعی طور پر مگن ہو جانا ہے۔ اسی طرح احساسِ کمتری کا شکار ہو کر اقوام عالم سے ہر طرح سے مرعوب ہونا بھی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔

3۔ دعوت و تبلیغ میں صبر و تحمل کیوں ضروری ہے؟

دعوت دین جس قدر عظیم فریضہ ہے اسی قدر اس عمل کو بجالاتے ہوئے ایک بندہ مؤمن کو مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔ ان مصائب میں انفرادی و اجتماعی ہر سطح کی مشکلات کو شامل کیا جاسکتا ہے۔ مزید یہ کہ ان کی نوعیت بھی مختلف قسم کی ہوسکتی ہے مگر ان مصائب سے سامنا ہونا یہ عین حقیقت ہے۔ اسی لئے اللہ ربّ العزت نے اس کی طرف قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ اس آیت میں وارد ہے۔

«وَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا » [17]

"اور اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور انھیں چھوڑ دے، خوبصورت طریقے سے چھوڑنا۔"

مؤلف اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صرف ایک اللہ کو اپنا سہارا بنانے، باطل معبودوں کو یکسر چھوڑنے اور اس عمل کی دعوت و تبلیغ کرنے کے نتیجہ میں یہ آپ ﷺ کو جو کچھ بھی کہیں، آپ ﷺ اس پر صبر کریں کے حکم الٰہی کو بیان کرتے ہیں کہ خواہ یہ آپ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا کہیں، دیوانہ، کاہن یا شاعر کہیں، یا آپ ﷺ کے نام محمد ﷺ کی بجائے آپ کو (نعوذ باللہ) مذمم کہیں الغرض کچھ بھی کہیں یا بہتان باندھیں آپ ﷺ کہ اللہ ربّ العزت کی طرف سے صبر کرنے کا حکم و تلقین کی جارہی ہے۔ اسی طرح خوبصورت طریقے سے الگ ہو جائیں یعنی لڑ جھگڑ کر اور بدزبانی سے نہیں بلکہ نہایت صبر، شرافت اور حسن سلوک کا طرز عمل اختیار کرتے ہوئے ان اذیت دینے والوں اور انکار کرنے والوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔ ساتھ ہی یہ کنارہ کشی جو کہ آپ اختیار کریں یہ صرف ظاہری ہو جبکہ اس کے باوجود آپ ﷺ ان سے ہمدردی، خیر خواہی اور ان کی ہدایت و رہنمائی کرنے کے بارے میں کسی قسم کی کمی نہ کریں اور دعوت دین کا کام اپنی مکمل استطاعت اور طاقت کے ساتھ سرانجام دیتے رہیں۔ [18]

آج کے دور کے مسلمانوں کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ من حیث الامت ہم صبر اور اس کے تقاضوں کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اختلاف رائے، اس کے آداب اور اس ضمن میں برداشت و درگذر کا طرز عمل اختیار کرنا یہ تو آج ایک اچنبے کی بات معلوم پڑتی ہے۔ جدید نسل تو اس معاملہ میں خطرناک حد تک جہالت کا شکار نظر آتی ہے اور ذرہ برابر بھی اپنے عمل سے کسی قسم کا اچھا کردار

اور تاثر پیش نہیں کر پا رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ایک دوسری کو برداشت کرنا تو دور ایک دوسرے کو دیکھنا تک گوارا نہیں کیا جاتا۔ کہاں قرآن ہمیں اختلاف بھی اچھے اور احسن انداز سے، اخلاق کے دائرہ میں رہتے ہوئے کرنے کا حکم دے رہا ہے اور کہاں آج کا مسلمان اس اخلاق سے بالکل ہی خالی نظر آتا ہے۔ اس معاملہ میں ہمیں مجموعی طور پر بہت زیادہ اصلاح کی اور دین کے احکامات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔

4۔ دعوت میں زمان و مکان کی کی رعائت اور بصیرت کی اہمیت

دعوت دین کے لئے داعی میں پائی جانے والی خصوصیات میں سے ایک بنیادی خصوصیت اپنی دعوت کے بارے میں داعی کا شرح صدر کا ہونا بھی ہے۔ یعنی جس بات کی دعوت دینے جارہا ہے اس بات کے بارے میں، اس کی اہمیت کے بارے میں اللہ ربّ العزت اس انداز سے رہنمائے فرماتے ہیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [19]

" کہہ دے یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر، میں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے اور اللہ پاک ہے اور میں شریک بنانے والوں سے نہیں ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے متبعین کا راستہ صرف اکیلے اللہ ہی کی طرف دعوت دینا ہے۔ اس سے مراد صرف اللہ کی عبادت، احکام الہٰی جو بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائے گئے ان کی اطاعت، ان کی طرف دعوت اور ان کو لوگوں تک پہنچانا دراصل اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینا ہے۔ ان سے ہٹ کر جو کچھ بھی ہے کہ جس کی دعوت دی جاتی ہے، وہ انسانوں کی اپنی اختراع ہے اور اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

" بَصِيْرَة" دل سے اچھی طرح سمجھنا، یعنی میں اور میرے پیروکار خوب سوچ سمجھ کر اللہ کے راستے پر قائم ہیں۔"[20]

یعنی یہ جو دل کا حق بات کو جان کر، سمجھ کر، اس پر مطمئن ہو جانا اور شرح صدر ہو جانا یہ نہ صرف دعوت کے لئے ضروری ہے بلکہ یہ دعوت کے کام کرنے میں ایک ولولہ اور جوش و جذبہ پیدا کرنے کا باعث بھی بنتا ہے کہ جس کے باعث ایک بندہ مؤمن، داعی الی اللہ بنتے ہوئے اپنی بھرپور توانائیاں اور محنت اس لئے بھی صرف کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ حق کیا ہے اور اس حق کے کیا نتائج اس پر اور اس کے ارد گرد معاشرہ پر مرتب ہوں گے۔

5۔ قول حسن اور عصر حاضر میں اس کی معنویت

دعوت کا عمل ایسا عظیم عمل ہے کہ جس کو اللہ ربّ العزت نے اقوال میں سے سب سے بہترین قول قرار دیا ہے۔ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے۔

«وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ » [21]

" اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بیشک میں فرمان بر داروں میں سے ہوں۔"

اس آیت کی تفسیر میں مؤلف پچھلی آیات میں موجود ایمان لا کر اس پر استقامت اختیار کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ ربّ العزت کی طرف سے ان کے لئے ملائکہ کے نزول، ان کی دنیا و آخرت میں دوستی اور جنت میں ان کے داخلے اور اللہ غفور الرحیم کی مہمانداری کی بشارت دینے کے ساتھ ان کے قلب کے اطمینان و سکون کا سامان فرما دیا ہے۔ اب یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ اہل ایمان ان نعمتوں کو اپنے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ ان نعمتوں کے احوال اور ان کے حصول کے لئے دعوت کے ذریعہ سے تمام انسانوں تک اس پیغام کو پہنچایا جائے تاکہ ہر کوئی ان نعمتوں سے بہرہ مند ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے تین امور کا اہتمام از حد ضروری ہے۔ پہلا امر دعوت صرف اور صرف اللہ کی طرف بلانے کے لئے ہو، ذاتی مقاصد، و شہرت کا حصول مطلوب نہ ہو، جماعت، وطن یا نسل پرستی کی دعوت نہ ہو، اسی طرح کسی شخصیت پرستی کی دعوت نہ ہو۔ دعوت کا مقصد صرف اور صرف انسانوں کو اللہ ربّ العزت کا بندہ، اس کا مطیع اور اسی کا فرماں بردار بنانا ہو۔ یہ دعوت زبان کے ساتھ ساتھ ہاتھ سے بھی ہے۔

دوسرا امر جو اس قول کے ساتھ منسلک ہے وہ عمل صالح کو اختیار کرنا ہے۔ داعی کے لئے نہایت ضروری ہے کہ جس بات کی وہ دعوت دے رہا ہے خود عملی طور پر اس دعوت کو کر کے دکھا بھی رہا ہو۔ عمل صالح کے دو اجزاء ہیں۔ پہلا جز عمل کو خالص اللہ کے لئے کرنا ہے۔ دوسرا جز عمل کا رسول اللہ ﷺ کی سنت اور طریقہ کے مطابق ہونا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الکھف کی آخری آیت میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

«فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا » [22]

" پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔"

تیسرا امر جو اس دعوت کے قول کے ساتھ ملحق ہے وہ ہے "**وقال انني من المسلمين** "۔ اس سے مراد بانگ دہل، ڈنکے کی چوٹ پر اپنے مسلم ہونے کا اعلان کرنا ہے۔ نہ صرف یہ کی اس بات کا اعلان کیا جائے جبکہ اس پر فخر کرتے ہوئے کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے، مسلمانوں کی جماعت کا ایک فرد اور رکن ہونے پر خوشی محسوس کی جائے اور اس کا اظہار بھی کیا جائے۔[23]

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی چکا چوند کے باعث، اقوام عالم کی ترقی سے مرعوب ہو کر، اپنے دین کا صحیح فہم نہ رکھنے اور کم علمی کی بنا پر، دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے " نام نہاد مسلمان " اس معاملے میں ایک کم مائیگی اور شرمندگی والے طرز عمل کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ مرعوبیت اس قدر زیادہ نظر آتی ہے کہ بعض اوقات اپنے مسلمان پیدا ہونے کو بد قسمتی گردانتے ہیں

جبکہ مسلمان ہونا، اللہ کی توحید کا اقرار کرنے والا ہونا، رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے والا اور آپ کا امتی ہونا یہ بہت بڑے انعام کی بات ہے۔

6۔ تذکیر و یاددہانی دعوت کے لئے کیوں ضروری ہے؟

اللہ ربّ العزت نے انسان کو بہت زیادہ بھولنے والا بنایا ہے اور یہ اس معاملہ میں پیدائشی طور پر ہی کمزور واقع ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار انسان کو یاددہانی کروائی جانی ضروری ہے اور قرآن حکیم میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت بار بار انسان کو مختلف امور و احکامات کی یاددہانی کرواتے اور انسان کو ذکر و نصیحت کی دعوت دیتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا۔

«فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى »[24]

"سو تو نصیحت کر، اگر نصیحت کرنا فائدہ دے۔"

یعنی نصیحت، یاددہانی یہ ایک داعی کی دعوت اور اس کی محنت کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے نا صرف ضروری ہے بلکہ اس کے بغیر وہ نتائج تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر بظاہر نصیحت فائدہ مند نہ نظر آرہی ہو تو کیا اس کو ترک کر دیا جائے؟ تو ایسا کرنا دعوت اور اس کے مقاصد کے لئے زہر قاتل ہوگا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ دعوت کا کام کرنے والے اس نصیحت اور اس کے تسلسل کے معاملہ میں زیادہ محنت اور توجہ کرتے نظر نہیں آتے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ بس دعوت و تبلیغ ایک سرسری سا کام ہے کہ ایک، دو یا تین مرتبہ کیا اور ذمہ داری مکمل ادا ہوگئی۔ نہیں بلکہ یہ ایک مستقل عمل ہے جو کہ مستقل مزاجی مانگتا ہے۔ نفع و نقصان سے قطع نظر اس عمل کا جاری و ساری رہنا زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ یہ ایک بندہ مسلم سے کہیں بھی مطلوب نہیں ہے کہ اس کی دعوت لازماً بارآور ہی ہو، بلکہ ہدایت دینا یا نہ دینا یہ تو اللہ ربّ العزت کے قبضہ قدرت میں ہے۔ داعی کا کام صرف محنت کرنا اور بھرپور محنت کرنا ہے۔ اسی طرح نصیحت ہر ایک کو کی جائے گی کیونکہ کس کو اس دعوت و نصیحت سے کیا فائدہ ہوا یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ نتائج بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں تو یہ معاملہ اللہ ہی کے حوالے کر کے ذمہ داری کو احسن انداز میں ادا کرتے رہنا یہ ایک داعی کا کام ہے۔ کوئی قبول کرے تو یہ اس پر اللہ کی رحمت اور اگر کوئی انکار کر دے تو یہ اس کی اپنی بدبختی ہے۔ ایک اور نقطہ جو اس ضمن میں اہم ہے وہ نصیحت کا مناسب موقع اور محل پر کیا جانا ہے۔ یعنی جب کوئی متوجہ ہو، کسی موقع یا مناسبت کے مطابق بات کی جائے، حالات و واقعات کی نرمی و گرمی کا خیال رکھا جائے تو ہی کوئی بھی شخص ایک داعی کی بات سننے کو تیار ہوتا ہے وگرنہ بے موقع دی گئی دعوت بعض اوقات خود داعی اور اس کی دعوت کو نقصان پہنچا دیتی ہے۔[25]

7۔ دعوت و تبلیغ کے دنیوی و اخروی فوائد اور مبلغ کا مطمع نظر

دعوت کی میدان میں ایک اہمیت کی حامل چیز اس دعوت کی محنت کے نتیجہ میں حاصل ہونے والا اجر، مفادات اور مقاصد بھی ہیں۔ اب یہ تمام امور انسان کی نیت سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں اور اس نیت ہی کی بنیاد پر انسان کو اللہ کی طرف سے کامیابی یا ناکامی ملنے کا دارومدار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

«وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ» [26]

"اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔"

تو کسی بھی قسم کا بدلہ وہ صرف اور صرف اللہ ربّ العزت کی ذات سے ہی طلب کرنا اور دعوت کا کام اللہ کی رضا و خوشنودی اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے ہی کے مقصد سے ہونا چاہئے۔ مگر آج اس معاملہ میں دیگر معاملات کی طرح سب پیمانے اور مقاصد بھی الٹ ہو چکے ہیں۔ اللہ رحم فرمائے، اکثریت کا مقصد ذاتی تشہیر، ریاکاری اور نمود و نمائش کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اوپر سے سوشل میڈیا اور اس کے متعلقات نے مزید اس معاملہ میں بگاڑ پیدا کرتے ہوئے اگر کسی درجہ میں کچھ اخلاص باقی بھی تھا تو اس کو بالکل ختم کرنے کا بندوبست کر دیا ہے۔ آج دیکھنے میں آتا ہے کہ اکثریت لوگ جو دعوت کے میدان سے وابستہ ہیں، خدمت کے میدان میں کام کر رہے ہیں یا دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں مشغول ہیں تو ان میں سے اکثریت اپنے ان اعمال کی تشہیر مختلف ذرائع سے کرتی نظر آتی ہے۔ اس معاملہ میں ترغیب سے زیادہ تشہیر کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے کہ جس کے باعث آج ان اعمال کی تاثیر اور ان کے مثبت نتائج ہم افراد اور معاشرہ پر نمودار ہوتے ہوئے نہیں دیکھتے ہیں جو دراصل اللہ ربّ العزت کی طرف سے ان اعمال کو شرف قبولیت نہ دیئے جانے کا مظہر ہے۔ الا ماشاء الله و من رحم ربی

خلاصہ بحث

* قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ ہر دور میں یہ مسلمانوں کے لئے سامانِ ہدایت اور ان کے احوال کے مطابق ان کے مسائل و مشکلات کا حل لئے رہنمائی کرنے کو موجود ہے۔
* ہر دور میں قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کی غرض سے علماء و مفسرین نے اپنی کوششیں اور خدمات سرانجام دی ہیں اور قرآن کے پیغام کو لوگوں تک ان کے احوال کے مطابق پہنچایا ہے۔
* تفسیر القرآن الکریم میں بھی مؤلف نے ترجمہ و تفسیر کو آسان فہم انداز میں، جدید اردو کے مطالب و معانی کا جامہ پہناتے ہوئے، حقیقت سے قریب تر تفسیر پیش کی ہے۔
* دعوت اور اس سے متعلقات کے ذیل میں مؤلف نے اسلاف کے طرز عمل کو بیان کرتے ہوئے دورِ حاضر میں اسی طرز عمل کو اپنانے کی ترغیب دی ہے۔ صبر و برداشت، حسن اخلاق، دعوت بالدلائل، امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ کو بیان کرتے ہوئے اپنے دور کے ان سے متعلقہ مسائل کو احسن انداز میں پیش کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] ۔حافظ عبدالسلام بن حافظ محمد بن حسین بن اسماعیل بھٹوی۔ آپ 27 اگست 1946ء کو پتو کی ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گاؤں بھٹہ محبت ہے، جو تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں واقع ہے۔ اسی نسبت سے آپ بھٹوی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد حافظ محمد ابو القاسم بھٹوی بھی جید عالم دین تھے۔ تعلیم: حافظ عبدالسلام بن محمد نے حفظ القرآن اور میٹرک کے بعد دینی تعلیم جامعہ محمدیہ اوکاڑہ اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے مکمل کی۔ آپ فاضل عربی، فاضل فارسی اور فاضلِ طب (جدید نظریہ مفرد اعضاء) کی سند رکھتے ہیں۔ تدریس: حافظ عبدالسلام بن محمد نے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے درس و تدریس کی ابتدا کی۔ آپ ستائیس سال تک (1966ء تا 1992ء) جامعہ محمدیہ سے وابستہ رہے۔اس دوران ایک سال جامعہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی (موجودہ جامعہ سلفیہ اسلام آباد) میں بھی درس و تدریس کی۔ 1992ء میں مستقل طور پر مرکز طیبہ مرید کے، شیخوپورہ منتقل ہوگئے اور جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ اس جامعہ کے بانی مدیر اور یہاں سے فارغ التحصیل ہزاروں طلبہ کے استاد بھی تھے جن میں متعدد معروف علمائے کرام شامل ہیں۔ تالیفات: قرآن مجید کا آسان فہم اردو ترجمہ کرنے کے ساتھ اس بات کا دعویٰ بھی کیا کہ اس ترجمہ میں قرآن مجید کا کوئی بھی ایسا حرف نہیں ہے کہ جس کا ترجمہ ذکر نہ کیا گیا ہو۔ تفسیر القرآن الکریم کے نام سے چار جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی تفسیر بھی آپ نے تالیف کی ہے۔ دیگر تالیفات میں الجامع الصحیح البخاری کی شرح بنام "فتح السلام شرح صحیح البخاری الامام" بھی ہے، جس کی تین جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ اسی طرح شرح کتاب الجامع من بلوغ المرام، شرح کتاب الطہارہ من بلوغ المرام، حلال و حرام کاروبار شریعت کی روشنی میں، احکام زکوۃ و عشر، مقالات طیبہ، ترجمہ اسلامی عقیدہ، ترجمہ حصن المسلم، مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا فتنہ، ایک دین چار مذاہب، مسلمانوں میں ہندوانہ رسوم و رواج وغیرہ بھی آپ کی تالیفات میں شامل ہیں۔ وفات: آپ کی وفات 29 مئی، 2023ء بروز پیر کے دن دوران اسیری دل کی تکلیف کے باعث 77 سال کی عمر میں ہوئی۔

[2] ۔ابراھیم مصطفیٰ واصحابہ، **المعجم الوسیط** (تحقیق مجمع اللغة العربية)، (جمهورية المصر العربية: مكتبه الشروق الدولية، طبع 2004) 111/286

Ibrahim Mustafa and his Companions, *Al-Mu'jam Al-Wasit* (Verified by the Arabic Language Academy), (Republic of Egypt: Al-Shorouk International Library, 2004 edition) p. 286

[3] ۔الأفريقي، ابن منظور، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر) 14:261

Ibn Manzur Al-Afriqi, *Lisan Al-Arab*, (Beirut: Dar Sadir) 14: 261

[4] ۔القصص، 28:87

Al-Qasas 28:87

[5] ۔الاسراء، 17:41

Al-Isra 17:41

[6] ۔الراغب الأصفهاني، **مفردات ألفاظ القرآن**، (دمشق: دار القلم، طبع 2009) 144

Al-Raghib Al-Isfahani, *Mufradat Lil Alfa'z Al Quran*, (Damascus: Dar Al-Qalam, 2009 edition), p. 144.

[7] ۔یس17:36

Ya-Sin 36:17

[8] ۔الاعراف68:7

Al-A'raf 7:68

[9] ۔النحل125:16

An-Nahl 16:125

[10] ۔البقرۃ111:2

Al-Baqara 2:111

[11] ۔النساء،63:4

An-Nisaa4:63

[12] ۔ آل عمران،104:3

Al-i'Imran3:104

[13] ۔ بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، **تفسیر القرآن الکریم**، (لاہور: دارالاندلس، طبع2014) 285:1

Hafiz Abdul Salam bin Muhammad, *Tafsir al-Qur'an al-Kareem*, (Lahore: Dar al-Andalus, 2014 edition) 1:285

[14] ۔ آل عمران،110:3

Al-i'Imran3:110

[15] ۔ بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، **تفسیر القرآن الکریم**، 288:1

Hafiz Abdul Salam bin Muhammad, *Tafsir al-Qur'an al-Kareem*, 1:288

[16] ۔الاعراف،199:7

Al-A'raf7:199

[17] ۔المزمل،10:73

Al-Muzzammil73:10

[18] ۔ بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، **تفسیر القرآن الکریم**، 838:4

Hafiz Abdul Salam bin Muhammad, *Tafsir al-Qur'an al-Kareem*, 4:838

[19] ۔یوسف،108:12

Yusuf 12:108

[20] ۔ بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، **تفسیر القرآن الکریم**، 239:2

Hafiz Abdul Salam bin Muhammad, *Tafsir al-Qur'an al-Kareem*, 2:239

[21] ۔فصلت،33:41

Fussilat 41:33

[22] ۔الکھف،110:18

Al-Kahf 18:110

[23] ۔ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، **تفسیر القرآن الکریم**، 2:577–578

Hafiz Abdul Salam bin Muhammad, *Tafsir al-Qur'an al-Kareem*, 1: 577-578

[24] ۔ الاعلی، 87:9

Al-A'la 87:9

[25] ۔ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، **تفسیر القرآن الکریم**، 4:942

Hafiz Abdul Salam bin Muhammad, *Tafsir al-Qur'an al-Kareem*, 4:942

[26] ۔ الشعراء، 26:145

Ash-Shu'araa 26:145